اسلامی تہذیب کا دائرۂ کار
اور دیگر تہذیبوں پر اس کے اثرات

ڈاکٹر عمر حیات

اسلام ایک مکمل دین اور طریقۂ زندگی ہے۔ اس کا پیش کردہ نظامِ فکر و عمل ہر دَور کے انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر پہلو کے لیے واحد قابلِ عمل ضابطۂ ہدایت ہے۔ اسلام کا پیروکار اس بات کا پابند ہے کہ اپنی خواہشات کو اللہ کے دین کے تابع کر دے اور کسی بھی خواہش کی تکمیل و تسکین کے لیے صرف وہی راستہ اور طریقِ کار اپنائے جس کا تعین دین میں کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً۔ (البقرۃ:۲۰۸)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، دائرہ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

لا یومِنُ احدکم حتیٰ یکون ھواہُ تبعًا لِمَا جئت بہ۔[۱]

تم میں سے کوئی بھی اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہشات میری لائی ہوئی تعلیمات کے تابع نہیں ہو جاتیں۔

اس آیت اور حدیث سے ثابت ہے کہ اسلامی تعلیمات کا دائرہ انسان کی پوری زندگی پر محیط ہے۔ یہ تعلیمات انسانی زندگی کے ہر فکری و عملی پہلو کے لیے راہ نما اصول فراہم کرتی ہیں جن کی پشت پر رسول اللہ ﷺ کا نمونۂ عمل (اُسوۂ حسنہ) موجود ہے۔

اسلامی تعلیمات جس تہذیب و ثقافت یعنی طرزِ معاشرت کی آئینہ دار ہیں اُس کے ذیل میں صرف معاشرتی زندگی کے چند مخصوص پہلو ہی زیرِ بحث نہیں آتے، بلکہ اسلام تہذیب و تمدن یا ثقافت کا ایک مکمل اور جامع تصور پیش کرتا ہے' جس میں انسانی فکر و عمل کے ہر زاویے کی اصلاح و تہذیب کا بھرپور اہتمام پایا جاتا ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ثقافت سے صرف کسی قوم کی مخصوص سرگرمیاں اور اُس کے فنونِ لطیفہ مُراد لیے جاتے ہیں تو اس کے پیچھے خاص سبب کارفرما ہے۔ اس کا اطلاق اسلامی ثقافت پر کرنا درست نہیں ہے۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر لکھتے ہیں:

> ''اُردو میں مخصوص ثقافت کی اصطلاح کے ساتھ ایک عبرت ناک حادثہ پیش آیا ہے کہ وہ اپنے معانی کی رفعت و وسعت سے محروم ہو کر محدود و مبتذل مفہوم میں استعمال ہونے لگی اور مدرسے سے نکل کر نگار خانے میں چلی گئی ہے اور اس سے عموماً رقص و سرود، تمثیل نگاری، فن کاری وغیرہ مراد لی جاتی ہے۔ اس طرح اس کی معنوی جولان گاہ سمٹ کر فنونِ لطیفہ تک محدود ہو گئی ہے۔ ایسا کیوں ہوا ہے؟ اس کا سیدھا سادہ اور مختصر جواب یہ ہے کہ اسلام دشمن ابلیسی قوتوں نے مسلمانوں کو فکری اور عملی طور پر گم راہ کرنے کے لیے ایک سوچے سمجھے عالم گیر منصوبے کے تحت ثقافت کے مفہوم کو محدود و سوقیانہ بنا دیا ہے۔''[۲]

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام نے ایسی تہذیب کی تخلیق کی ہے جو ہمہ گیر اور پوری حیاتِ انسانی پر محیط ہے اور اس میں مقصدِ زندگی کا ایک پورا فلسفہ پایا جاتا ہے۔

کاروانِ تہذیب کی راہ نمائی

اسلامی تہذیب میں اقوامِ عالم کی تہذیبوں کی قیادت اور اصلاح کی بھرپور صلاحیت پائی جاتی ہے۔ کسی بھی قوم کی تہذیب میں پائی جانے والی کوئی بھی خوبی درحقیقت اسلامی تہذیب سے ماخوذ ہے۔

ڈاکٹر بی۔کے۔نریان لکھتے ہیں:

"Islam made its appearance in the world at a time when the older civilizations, i.e.,the byzantine, the persian and indian civilization had decayed and the people everywhere were looking for a release from the oppressive class and caste systems which was a common characteristic of the older civilizations." [۳]

(اسلام دُنیا میں اُس وقت ظہور پذیر ہوا جب قدیم تہذیبیں، مثلاً بازنطینی، ایرانی اور ہندوستانی تہذیبیں خشک ہو چکی تھیں اور ہر جگہ لوگ جابر طبقے اور ظالمانہ نظاموں سے نجات کے منتظر تھے، جو کہ قدیم تہذیبوں کی مشترک خصوصیت تھی)

ڈاکٹر آغا افتخار حسین تاریخی جائزہ لیتے ہوئے اسلامی تہذیب کی زرخیزی، انقلاب آفرینی اور دنیا کی تہذیبوں کی راہ نمائی کی خوبیوں پر یوں روشنی ڈالتے ہیں:

''انسان کی تہذیبی تاریخ میں اسلام کی حیثیت ایک دینِ فطرت ہی کی نہیں، ایک عظیم ذہنی اور معاشرتی اِنقلاب کی بھی ہے۔ اسلام کے ظہور کے وقت دنیا شدید تہذیبی انحطاط سے دوچار تھی۔ آج کا تہذیب یافتہ یورپ قرونِ وسطیٰ کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ وادی نیل، وادی دجلہ و فرات اور وادی سندھ کی قدیم تہذیبیں عروج پر پہنچ کر زوال کا شکار ہو چکی تھیں... یونانی افکار کا یہ سنہری دَور بھی ختم ہو چکا تھا۔ اس عرصے میں یورپ میں مملکتِ روما تہذیب کی ایک نئی نوید لے کر اُبھری تھی لیکن... یہ عظیم مملکت (تہذیب) بھی زوال آمادہ ہوگئی۔ اس طرح مشرق اور مغرب میں تہذیب کا ایک خلا پیدا ہوگیا۔ اس خلا کو اسلام نے نہایت

کامیابی سے پُر کیا۔'' [۴]

تہذیبی ترقی کے لیے ذہنی ارتقاء ضروری ہے، اس لیے کہ فکر ونظر کا تعلق انسانی ذہن سے ہے۔ انسان کا ذہن جس قدر صاف اور حقیقت پسند ہوگا اُتنا ہی وہ فطرت سے قریب تر اور فکری ارتقاء کا حامل ہوگا۔ نتیجتاً جب یہ رویہ مضبوط اور پائیدار تہذیب وثقافت کی ترقی میں کارفرما ہوگا تو وہ تہذیب یقیناً دوسروں کے لیے امتیازی طور پر قابل قبول ہوگی۔ اسلام نے ایسی ہی تہذیب کو پروان چڑھایا ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف مغربی مفکرین کو بھی ہے۔ چنانچہ عصرِ حاضر کے ایک مغربی دانش ور ایس۔ پی۔ ہنٹنگٹن کا کہنا ہے:

"Between the eleventh and thirteenth centuries, European culture began to develop, facilitated by the eager and systematic appropriation of suitable elements from the higher civilizations of Islam and byzantium, together with adoptation of this inheritence to the special conditions and interests of the west.[۵]

(یورپی ثقافت نے مغرب کے مخصوص حالات اور مفادات کے تحت گیارہویں اور تیرھویں عیسوی صدیوں کے دوران اعلیٰ اسلامی اور بازنطینی تہذیبوں سے قابل لحاظ تناسب میں موزوں عناصر اخذ کرتے ہوئے ترقی کا آغاز کیا۔)

اسی طرح ایک اور مغربی مفکر Ingmarcarlson نے تہران میں 'اسلام اور مغرب' کے موضوع پر اپنے خطاب کے دوران یہ اعتراف کیا:

''ہماری تہذیب اور تمدن' اسلام کے کس قدر ممنونِ احسان ہیں اور مسلمان علماء نے ان یونانی علوم وفنون کی ترقی وتحفظ میں، جنھیں ہم مغربی تہذیب کی بنیاد قرار دیتے ہیں، کیا کردار ادا کیا، اس بارے میں

لوگ بہت زیادہ واقف نہیں۔ مسلمانوں نے نہ صرف قدیم یونان اور روم کا فکری سرمایہ محفوظ رکھا، بلکہ انہوں نے تشریح وتعبیر کے ذریعے اس میں اضافے کیے۔ انسانی تلاش وجستجو کے متعدد میدانوں میں اُن کے کارنامے بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔''٦ے

مغربی مفکرین کے یہ اعترافات مظہر ہیں کہ اسلام علوم اور تہذیب کا سرچشمہ ہے اور دیگر اقوام نے علمی وتہذیبی طور پر اسلام ہی سے استفادہ کیا ہے۔ خواجہ کمال الدین لکھتے ہیں:

''اسلام سے پہلے اگر چہ مختلف قومیں کارگاہِ ہستی میں برسرِ اقتدار ہوئیں جنہوں نے تہذیب وتمدن کو اپنا نصب العین قرار دیا' لیکن تہذیب کا وہ نظریہ اور اس کے حصول کا وہ طریقہ جو آج عام طور سے مسلّم اور مقبول ہے، اسی دن دنیا کو نصیب ہوا جس دن قرآن کریم نے اس حقیقت کا درس دنیا کو دیا اور قرونِ اُولیٰ کے مسلمانوں نے اس ہدایت کو اپنا دستورالعمل بنایا۔''۷ے

اسلامی تہذیب ومعاشرت کے حوالے سے شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنی مشہور تصنیف 'اقتضاء الصراط المستقیم' میں بھرپور بحث کی ہے۔ انہوں نے اسلامی اور غیراسلامی تہذیب وثقافت کے درمیان فرق کی وضاحت دلائل کی روشنی میں کی ہے اور اسلامی طرزِ زندگی کو جامع اور ہمہ گیر تہذیب ثابت کیا ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

''دینِ کامل کے آنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ اگلی (پہلی) شریعتیں اور تہذیبیں ناقص تھیں، یا بعد میں ان میں نقص پیدا ہوگیا۔ اس لیے کہ اگر وہ آخری سچائی ہوتیں تو پھر نئے دین، نئی کتاب اور نئے رسولؐ کے بھیجنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اس لیے آیا تھا کہ تہذیبوں کو سہارا دے اور ان کے صالح نقوش کو اُبھارے۔ مذاہب کی تجدید واصلاح کرے، وقت کی مانگ اور زمانے کے تقاضے کو پورا کرے،

تاریخِ انسانیت کے خلا کو بھر دے اور فکر و نظر کی خلیج کو پاٹ دے۔"[۸]

دیگر تہذیبوں پر اثرات

یورپ کی جہالت اور تہذیب سے ناآشنائی ایک تاریخی ریکارڈ ہے اور یہ بھی کہ یورپ کی تاریک راہیں اسلامی علم و دانش اور تہذیب و تمدن کے چراغوں سے روشن ہوئیں۔ امجد حیات ملک لکھتے ہیں:

"یورپ کی صدیوں پرانی اخلاقی اور علمی ویرانی کے دَور میں اسلام نے ترقی کے ہراول دستے کی قیادت کی۔ عیسائیت نے اپنے آپ کو قیصر روم کے تخت پر تو متمکن کر لیا، لیکن اقوامِ عالم کی ہدایت اور راہ نمائی میں ناکام رہی۔ چوتھی صدی سے بارہویں صدی عیسوی تک یورپ پر چھائی ہوئی ظلمتوں کے پردے دبیز سے دبیز تر ہوتے چلے گئے۔ کلیسا نے وہ تمام راہیں، جن سے علم، انسانیت اور تہذیب کا دَور شروع ہو سکے، مسدود کر دیں ... لیکن پھر بھی وقت کے ساتھ اسلام کے بابرکت اثرات عیسائی دنیا میں پہنچ کر محسوس ہونے لگے۔"[۹]

مغربی غیر جانب دار مورخین نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے اور اسے یورپ پر مسلمانوں کا احسان تسلیم کیا ہے کہ اسلامی تہذیب و ثقافت نے اُس دَور کی غیر مہذب اقوام میں علمی بیداری اور تہذیبی انقلاب کی روح پھونکی۔ 'عرب دنیا' کی مصنفہ ڈاکٹر نجلاء عزیز الدین نے لکھا ہے:

"تیرھویں صدی (عیسوی) کے دوران جو لوگ یورپ کے ذہنی راہ نما تھے، انھوں نے مسلم تہذیب کی برتری کا اعتراف کیا ہے۔ راجر بیکن کی نظر میں عیسائیوں کے مسلمانوں سے شکست کھانے کا سبب یہ ہے کہ عیسائی سامی زبانوں اور اطلاقی سائنس (Applied Science) سے ناواقف تھے اور مسلمان ان میں بڑے ماہر تھے۔ مسیحیت کے

بڑے بڑے اساتذہ پر مسلم تخیل کا رنگ بہت گہرا چڑھا ہوا تھا۔‘‘ ۱۰؎

برطانیہ میں ’مارک فیلڈ انسٹی ٹیوٹ آف ہائر ایجوکیشن‘ کی نئی عمارت کے افتتاح کے موقع پر برطانوی شہزادہ چارلس نے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے دینِ اسلام اور اسلامی طرزِ معاشرت کی حقانیت اور جاذبیت کا اعتراف کیا۔انہوں نے تاریخی حوالوں سے بتایا کہ:

’’عالمی تہذیب کی حُسن کاری میں اسلام کا بہت بڑا کنٹری بیوشن (ہاتھ) ہے۔مسلمانوں نے انسانی فلاح کے ایسے ایسے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں کہ ہم اُن کے احسانوں کا بدلہ نہیں چکا سکتے۔‘‘ ۱۱؎

جس طرح اسلام دینِ فطرت ہے اسی طرح اس کی پیش کردہ تہذیب بھی فطری تہذیب ہے، جس میں فطری جاذبیت ہے۔ایک غیر جانب دار انسان خواہ اُس کا کوئی بھی مذہب ہو، اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ حقیقت ہے کہ دُنیا بھر کی تہذیبوں پر اسلامی تہذیب فائق ہے اور سب پر اس کے گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

۱۹۶۸ء میں بھارت میں گرجا گھروں کی کارکردگی کے حوالے سے لندن سے ایک کتاب شائع ہوئی تھی، جس میں اگرچہ مسلمانوں اور اسلام کو ہدفِ تنقید بنایا گیا تھا، تاہم اس میں اس امر کا اعتراف بھی تھا کہ:

’’بھارت میں اسلام کئی صدیوں سے موجود ہے۔اس نے اپنے اردگرد لوگوں کو متاثر بھی کیا ہے اور ماحول کا اثر بھی لیا ہے۔‘‘ ۱۲؎

اسلام اور اسلامی تہذیب نے ہمیشہ دوسرے مذاہب اور تہذیبوں کو متاثر کیا ہے۔ جہاں تک ماحول کا اثر قبول کرنے کا تعلق ہے تو ایسی بات اسلام کی حقانیت اور اسلامی تہذیب کی آفاقیت کے منافی ہے۔البتہ اسلام میں ہر اس چیز کے لیے گنجائش ہے جو ظاہری و باطنی کسی بھی طرح سے اسلامی اصول سے متصادم نہ ہو۔

احمد عبداللہ لکھتے ہیں:

’’جب سے مسلمان اسپین، پرتگال اور جنوبی یورپ میں داخل ہوئے،

ان علاقوں میں اسلام پھیلنا شروع ہو گیا، لیکن یہ پھیلاؤ کسی بھی اور علاقے کی نسبت سست تھا۔ ہسپانوی لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے نہ صرف اسلام قبول کیا، بلکہ عربی زبان اور اسلامی تمدن کو بھی جوش وخروش سے اپنایا۔''[۱۳]

Murray T.Titus نے بھارت میں اسلام کی اشاعت اور اسلامی تہذیب کی اثر پذیری کے تعلق سے لکھا ہے:

''مالابار کے ساحل پر اشاعتِ اسلام کی ایک دلچسپ وجہ وہاں کے لوگوں کو مسلمان بنانے میں کالی کٹ کے 'Zamorin' کا کردار تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اُس نے نچلی ذات کے لوگوں کی آزادانہ طور پر مسلمان ہونے کی حوصلہ افزائی کی... اُس نے اس حد تک حکم دیا تھا کہ اُس کی حکومت میں ماہی گیروں کے ہر خاندان میں ایک یا ایک سے زیادہ مردوں کی پرورش مسلمان کے طور پر ہونی چاہیے۔ اس طرح ہندو معاشرے کی ایک سیاسی ضرورت نے جنوبی ہندوستان میں اشاعت اسلام میں ہاتھ بٹایا... ہندوستان کی نچلی ذاتوں میں سے برگشتہ ہونے والوں نے بھی معاشرتی آزادی کا درجہ حاصل کرنے کا موقع پاتے ہوئے، جو کہ ہندومت کے ظالمانہ اور غیر لچکدار ذات پات کے نظام نے انھیں دینے سے انکار کر رکھا تھا، اسلام کو خوش آمدید کہا۔''[۱۴]

مساوات، عدل وانصاف اور احسان و مروّت، جو اسلامی تہذیب کی نمایاں خصوصیات میں سے ہیں اور جن کی بدولت معاشرے کے دبے کچلے اور مظلوم طبقات کو ہمیشہ اعتماد اور اطمینان نصیب ہوا ہے، دیگر اقوام اور اُن کے رہن سہن پر گہرے اثرات مرتب کرتی ہیں۔ ہندو معاشرہ، جو شروع سے ذات پات اور دیگر ظالمانہ رسوم کی تصویر پیش کرتا رہا ہے، اس کے مظلوم ومحکوم طبقے نے اسلامی طرزِ معاشرت کو اپنے لیے باعث کشش محسوس کیا، چنانچہ اُن میں سے بڑی تعداد نے دائرہ اسلام میں داخل ہو کر اسلامی

تہذیب کے ثمرات سے عملی طور پر استفادہ کیا۔ عبدالمجید سالک رقم طراز ہیں:

''اس میں شک نہیں کہ بعض مسلمان سلاطین و امراء اس مذہب مقدس کے دعوے دار ہونے کے باوجود اس کے معیاروں پر پورے نہ اُترے اور اسلام کے لیے ننگ و رسوائی کے موجب ہوئے، لیکن مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد اپنے دین کے احکام پر کاربند رہ کر اہلِ ہند کے سامنے اسلام اور قرآن کی صحیح تعلیم کا نمونہ پیش کرتی رہی، جس سے ہندو قوم نے کافی فائدہ اُٹھایا۔ گو اس فائدے سے پوری طرح بہرہ یاب نہ ہوسکی۔''[۱۵]

ڈاکٹر قاری محمد یونس نے مالدیپ کے بارے میں لکھا ہے:

''مالدیپ میں اسلام ایک انقلاب کی طرح آیا اور آن کی آن میں اس نے یہاں کے تمام باشندوں کی کایا پلٹ کر رکھ دی... ان کے ذہن بدل گئے، اُن کے نظریات و افکار بدل گئے، ان کے عقائد بدل گئے، اُن کے تہوار بدل گئے۔''[۱۶]

احمد عبداللہ، زرتشت اور ہندومت کے پیروکاروں، نیز تاتاریوں اور منگولوں پر اسلامی تہذیب کے اثرات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''زرتشتوں نے حلقۂ اسلام میں اس لیے شمولیت اختیار کی، کیوں کہ پادری اپنی طاقت و حیثیت سے بلاجواز فائدے اٹھا رہے تھے۔ اس کے نتیجے میں ان کے اقتدار کی تباہی کے ساتھ ابتری پیدا ہوئی۔ ہندومت سے اسلام کے سایۂ عاطفت میں آنے کی عمومی وجہ ذات پات کے امتیازات تھے، جو معاشرے کے ایک طبقے کے ساتھ انتہائی بے انصافی کے ذمہ دار تھے۔ منگولوں اور تاتاریوں نے اپنے عہد کے مسلمانوں کے ترقی یافتہ تمدن اور تعلیمی و سائنسی کارناموں سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔''[۱۷]

آ گے وہ افریقی باشندوں اور ہندوستان کے اچھوتوں کے اسلام سے متاثر ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مغرب کے ہاتھوں رنگ اور دیگر خودساختہ معیاروں کی بنیاد پر ظلم اور استیصال کا نشانہ بننے کی وجہ سے افریقہ کے لوگوں کی بڑی تعداد پہلے ہی دائرۂ اسلام میں داخل ہو رہی ہے۔ دوبارہ یہ ان کی ضرورت ہے، جو انھیں اسلام کی طرف لا رہی ہے۔اسی طرح ہندوستان میں اچھوتوں کا معاملہ ہے ... یہ پسے ہوئے لوگ محسوس کرتے ہیں کہ صرف اسلامی معاشرہ ہی انھیں مساوات اور بھائی چارہ کی لازمی اور یقینی ضمانت دیتا ہے' جو کہ شریعت کے ذریعے مستقل قدروں اور اصولوں کی روشنی میں قائم ہوتا ہے۔ اسلام کو ان کی کوئی ضرورت نہیں، بلکہ انھیں اسلام کی ضرورت ہے۔''[۱۸]

ڈاکٹر غلام جیلانی برق تحریر کرتے ہیں:

''کسی وقت اسلام نے بھی نو آبادیات قائم کی تھیں۔ہم عرب سے نکل کر جنوب میں ملتان' شمال میں بحیرۂ اسود، مشرق میں چینی ترکستان اور مغرب میں مراکش اور اسپین تک جا پہنچے تھے۔ ہم اسپین میں آٹھ سو برس رہے۔ ہند پر ہزار سال حکومت کی ...ان ممالک کے باشندوں نے ہماری حکومت کو، جس کی بنا عدل و احسان اور علم و عشق پر رکھی گئی تھی اور جس کا مقصد انسان کا رابطہ اللہ سے قائم کرنا تھا، اس قدر پسند کیا کہ انہوں نے ہماری تہذیب و مذہب تک کو اپنا لیا۔''[۱۹]

اسلامی تہذیب کا ماخذ دین فطرت ہے۔فطرت کے اصول سچائی کے آئینہ دار، ہمہ گیر اور قطعی ہوتے ہیں اور ہر زمانہ کے فطری تقاضوں کو پورا کرتے ہیں۔انھی اصولوں کی بدولت اسلامی تہذیب میں فطری کشش اور جاذبیت پائی جاتی ہے۔ یہ بات دُنیا کے کسی اور نظام اور تہذیب میں نہیں پائی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تہذیب تاریخ کے ہر

دَور میں ممتاز رہی ہے اور دوسری اقوام نے بہ رضا و رغبت اس کے گہرے اثرات قبول کیے ہیں۔ اسلامی تہذیب کا ایک وصف سادگی بھی ہے اور آج اقوامِ عالم تکلّفات سے بے زار ہو کر سادہ زندگی کی طرف لوٹ رہی ہیں۔

ڈاکٹر فخر الدین فؤاد نے دینِ اسلام کے تحت معرضِ ظہور میں آنے والی تہذیب کی انفرادیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

''اسلام کے ظہور نے دنیا کے تختہ پر ایک نئے تمدن اور ایک نئی تہذیب کو جنم دیا۔ دنیا کا فرسودہ نظام بدل کے رکھ دیا۔ دنیا کے اندر بہ انداز نو نظم و نسق قائم کیا، دستور زندگی کی طرح ڈالی۔'' [۲۰]

بھارت کی مشہور شاعرہ اور سیاست داں مسز سروجنی نائیڈو (Sarojini Naidu) نے اسلام، پیغمبر اسلام ﷺ اور اسلامی تہذیب کی آفاقی صداقت کا اعتراف کیا ہے۔ وہ لکھتی ہیں:

''تاہم میں اپنے آپ کو اس قابل پاتی ہوں کہ اُس عالم گیر اخوت کا آپ کے سامنے اعتراف کروں جس کے نقش میرے دل پر موجود ہیں اور حضرت محمد ﷺ کی پاکیزہ اور شاندار کوششوں کا نتیجہ ہیں ...وہ پاک انسان ایک نفرت سے بھر پور، بغض و تعصب سے مخمور دنیا کی طرف آیا اور اس صحرا کے اندر، جو اس کی پیدائش کا گہوارہ تھا' ایک نہ مٹنے والی صداقت کا اُس پر انکشاف ہوا۔'' [۲۱]

ڈاکٹر برنارڈ لیوس پروفیسر پرنسٹن یونی ورسٹی لکھتے ہیں:

"For more than a thousand years, Islam provided the only universally acceptable set of rules and principles for the regulation of public and social life. Even during the period of maximum European influence, in the countries

ruled or dominated by European imperial powers as well as in those that remained independent, Islamic political notions and attitudes remained a profound and pervasive influence. In recent years there have been many signs that these notions and attitudes may be returning, albeit in modified forms, to their previous dominance."[۲۲]

(ایک ہزار سال سے زائد عرصے تک اسلام نے پبلک اور سماجی زندگی کے انتظام کے لیے عالمی طور پر قابلِ قبول واحد مجموعۂ اصول وضوابط مہیا کیا ہے۔ یہاں تک کہ جن ملکوں میں زیادہ سے زیادہ یورپی اثر ورسوخ رہا، جن پر یورپ کی حکومت رہی یا جو ویسے یورپ کی شہنشاہی طاقتوں کے زیرِتسلط رہے اور وہ بھی جو یورپی تسلط سے بالکل آزاد تھے، وہاں اسلام کے سیاسی تصورات اور رجحانات کا گہرا اور نفوذ پذیر اثر رہا۔ حالیہ برسوں میں وہ تصورات اور رجحانات اپنے گزشتہ غلبے کی نسبت ترمیم شدہ شکلوں میں ظہور پذیر ہو سکتے ہیں۔)

پروفیسر عبدالصمد نے اپنے ایک مضمون میں پیغمبر اسلام ﷺ اور آپؐ کے پیغام کے بارے میں ڈاکٹر ڈی رائٹ، کونٹ ٹالسٹائے، ڈاکٹر لین پول، سر ولیم میور، بابو جگل کشور کھنہ، سوشیلا بھائی، گاندھی جی، سوامی دیانند، ڈاکٹر لیبان، مسٹر ایچ۔ جی۔ ویلز، ڈاکٹر موریس فرانس، گرونانک سمیت ایک سو سے زائد غیر مسلم دانش وروں، سیاست دانوں اور لیڈروں کے تحسینی تاثرات جمع کر دیے ہیں۔[۲۳]

حواشی و مراجع

۱۔ رواه البغوی فی شرح السنۃ والنووی فی الأربعین
۲۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، اسلامی ثقافت، ص:۴۳
۳۔ B.k. Naryan, pan Islamism (Republican Books, Temple Road Lahore, 1987) P-1.
۴۔ ڈاکٹر آغا افتخار حسین، قوموں کی شکست و زوال کا مطالعہ ص:۵۱
۵۔ Huntington, The clash of civilizations and remaking of world order, p-50.
۶۔ انگ مار کارلسن، ماہنامہ عالم اسلام اور عیسائیت، اسلام آباد، ترجمہ: ادارہ، دسمبر ۱۹۹۶ء، ص:۶
۷۔ خواجہ کمال الدین، تمدن اسلام، مسلم بک سوسائٹی، عزیز منزل، برانڈرتھ روڈ لاہور، ۱۹۳۰ء، ۱/۱۰۹
۸۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، اسلام اور غیر اسلامی تہذیب، ترجمہ و تلخیص اقتضاء الصراط المستقیم از شمس تبریز خاں، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ص:۲۸
۹۔ امجد حیات ملک، نیو ورلڈ آرڈر، احد پرنٹنگ پریس لاہور، ۱۹۹۶ء، ص:۲۹۱
۱۰۔ نجلاء عز الدین 'The Arab World' مترجم: ڈاکٹر محمود حسین، مکتبہ جدید لاہور، ۱۹۶۰ء، ص:۶۳
۱۱۔ سلطان محمود، مکتوب لندن، سنڈے میگزین (نوائے وقت لاہور، ۱۶/ مارچ ۲۰۰۳ء) ص:۴
۱۲۔ P.Y. Lucke & Jhon B. Karmon, Rural Churches in South India (London, 1968) p-40.
۱۳۔ Ahmad Abdullah, the Heights- glory of Muslim World (Tanzeem Publishers Karachi, 1984) p-96
۱۴۔ Murray T.Titus, Islam in India & Pakistan (Royal Book

Company Karachi, First-published:1929, in pakistan:1990) p-39

۱۵ عبدالمجید سالک، مسلم ثقافت ہندوستان میں، ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور، ۱۹۸۲ء، ص:۶۹

۱۶ محمد یونس، مالدیپ- تاریخ وتہذیب، ماڈرن بک ڈپو، اسلام آباد، ۱۹۹۰ء، ص:۱۷۴

۱۷ Ahmad Abdullah, the Heights, p-95

۱۸ Ahmad Addullah, the Heights, p-96

۱۹ ڈاکٹر غلام جیلانی برق، یورپ پر اسلام کے احسان، ص:۳۱۰-۳۱۱

۲۰ ڈاکٹر فخر الدین فوأد، حضورؐ نے انسانی معاشرے کو کیا دیا؟ (مضمون) ترجمہ: خلیل حامدی، نقوش، رسولؐ نمبر، مدیر: محمد طفیل، شمارہ نمبر: ۱۳۰، ادارہ فروغ اردو لاہور، ۱۹۸۳ء، ۴۴۹/۳

۲۱ محمد حنیف یزدانی، محمدؐ رسول اللہ غیر مسلموں کی نظر میں، مکتبہ نذیر یہ لاہور، مئی: ۱۹۷۹ء، ص:۲-۷۳-۷

۲۲ Bernard lewis, the Crisis of Islam (phoenix, London, 2003)p-11

۲۳ عبدالصمد صارم، قرآن، اسلام اور رسولؐ - غیر مسلموں کی نظر میں، نقوش، رسولؐ نمبر، لاہور، ۴/ ۴۴۷ تا ۴۷۹

پاکستان میں

سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی کے لیے رابطہ کریں:

جناب سجاد الٰہی صاحب، 27-A، لوہا مارکیٹ، مال گودام روڈ، بادامی باغ، لاہور

Tel: 0300-4682752, (R)5863609, (0)7280916

Email: Sammaradnan<talluadnan@yahoo.com>